ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.4 No.3 2021

اقبال کا سیر افلاک اور نظریہ شفیع بلوچ

IQBAL'S TOUR OF THE SKIES AND IDEOLOGY OF SHAFI BALOCH

ڈاکٹر فیاض حسین
1 اسسٹنٹ پروفیسر شعبہ پنجابی، گورنمنٹ کالج یونیورسٹی فیصل آباد
2 مخدوم عرفان طاہر،
اسپائر کالج جھنگ
3 ڈاکٹر صائمہ بتول
اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ پنجابی، لاہور کالج، یونیورسٹی برائے خواتین، لاہور

Abstract

Jhang's "Mohammad Shafi Baloch" has a unique place in Urdu literature. His real name was "Shafi Khan". He was known as Mohammad Shafi Baloch in the world of literature. At the same time he was a critic, poet, novelist, and also wrote literary columns, which were published in various literary journals. The way they worked is exemplary.In this article, Iqbal's travels have been presented in the light of Shafi .Baloch's ideology and in a research context

Keywords:Jhang,Iqbal,ideology,poet,urdu,literature,skies

جھنگ کے "محمد شفیع بلوچ" کو اردو ادب میں ایک منفرد مقام حاصل ہے۔ اصل نام "شفیع خان تھا۔ دنیائے ادب میں محمد شفیع بلوچ کے نام سے جانے جاتے۔ محمد شفیع بلوچ کا علمی و ادبی کاوشوں کا دائرہ کافی وسیع تھا، بیک وقت نقاد، شاعر، افسانہ نگار، اور ادبی کالم بھی لکھتے تھے، جو مختلف ادبی جریدوں میں شائع ہوتے رہے۔۔ ان کی خوبی یہ تھی کہ مختلف مضامین کی کتب کا مطالعہ کرتے رہتے۔ نادر و نایاب کتب اور مخطوطوں کی تلاش میں انہوں نے جس طرح محنت کی وہ اپنی مثال آپ ہیں۔۔ ان کی تصانیف میں " حسن کلام محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم (2009) کے علاوہ مشرق کا فراموش کردہ نابغہ، ترجمہ شدہ (1997)، جیون اک عذاب (2010)، سیر آفاق (مشرق و مغرب کے مکشوفی و معراجی تجربات کا بیان) 2007، ٹھہرو (افسانے)، مضامین علمی و ادبی، انشائیے، تحریکِ پاکستان اور علما و مشائخ، بلوچ تاریخ کے آئینے میں، جیون اک عذاب (شاعری) شامل ہیں۔ اس کے ساتھ مغرب اسلام، عارفانہ تجربہ، غلام عباس اور زندگی کے رنگ، اقبال اور زندگی کے رنگ، کے عنوان سے ادبیات، ماہ نو، پیغام آشنا، جیسے نامور ادبی جریدوں میں مضامین شائع ہوتے رہے۔

اقبال نے جو سفر کیا وہ سفر کچھ عجب تھا، وہ سورج سے خاص واقف نہیں تھے، بلکہ وہ زمین سے پرواز کر کے فلک پہنچ جاتے ہیں۔ اقبال Copernicus کے نظریہ کائنات سے واقف تھے، کہ نظام کائنات سے واقف تھے کہ نظام شمسی کا مرکز سورج ہے اس کے بعد ترتیب وار سیارے، عطارد، زحل، زہرہ، مشتری، مریخ یورینس اور Neptune اور Pluto سیارگان ہیں۔۔

اقبال جن ان سب سیاروں کا سفر کرتے تو اس دوران ان کو اپنے ہر سوال کا جواب مولانا روم سے ملتا۔ جب بھی کسی نئے چیز کی تلاش کرتے یا کوئی تصوف پیش کرتے تو مولانا رومی سے ہی جواب اخذ کرتے تھے۔ محمد شفیع بلوچ" جاوید نامہ" میں ان مختلف افلاک کی سیر کا تذکرہ کرتے دیکھائی دیتے ہیں جو اقبال کا" جاوید نامہ" دیکھا جاسکتا ہے۔ افلاک پر ان کی ملاقاتیں کئی ارواح سے ہوتی ہے۔۔ اس میں اقبال کی ان ملاقاتوں کا ذکر ہے جو اقبال کی ملاقات فلک مشتری، آں سوں فلاک، فلک زحل، فلک مریخ، فلک زہر، فلک عطارد، فلک قمر، سے ہوتی ہے۔

" سیر افلاک کی روایت اور جاوید نامہ : "

محمد شفیع بلوچ نے اقبال کی کیفیات جن میں خواب بیداری، روحانی سیاحت کی روداد کا تذکرہ کیا ہے. وہ ان کے خیال میں حیات و کائنات کی ابدی حقیقتوں کو دیکھاتے ہیں. ۔ دنیا کے مختلف خطوں کے لوگ جن میں ادبی اور مذہبی لوگ بھی شامل ہیں جن کی خواہش آسمان تک رسائی تھی۔ دراصل عام معراج ولائت کے کمالات میں سے ہے اور اسے تصوف کی زبان اتحاد کہتے ہیں۔ اس معراج کا مذہبی پہلو یہی ہے جسے مشاہدہ کہا جاتا ہے۔ یہی مشاہدہ جو اقبال

نے افلاک کی سیر کے دوران کیے۔۔اس دوران اقبال نے جو مشاہدات کیے ان کو مختلف شکلوں میں ایک شکل" جاوید نامہ" ہے۔جس میں انہوں نے اس تمام تر سیر سے آگاہ کیا۔اب اقبال افلاک پہنچتے ہیں اور وہاں جنت میں رسائی ہوتی ہے۔۔۔۔ شفیع صاحب نے یہ بھی واضح کیا کہ اقبال سے قبل انسانوں کو ان کے مقام و مرتبہ کے مطابق نبوت کی کسی مخصوص اور زمین و آسمان کی سیر کے دوران مخفی مناظر دیکھائے گے۔۔۔کتب سیر سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ کس طرح حضرت ادریس نے جنت دوزخ، موت کا ذائقہ وغیرہ کا مشاہدہ کیا اور پھر ان کا جسم کے ساتھ اوپر اٹھایا جانا. آگے جاکر حضرت یعقوب علیہ سلام کا ذکر خواب جس میں انہیں آسمانی حقائق کا مشاہدہ کرایا گیا۔حضرت یوسف علیہ سلام کا خواب میں گیارہ ستاروں اور سورج کو دیکھنے کے بعد باپ سے ذکر کرنا۔۔اسلامی روایت کا نقطہ معراج ہی تھا اور ہے جس سلسلہ کا ذکر اقبال نے" جاوید نامہ" میں بھی کیا ہے۔

سبق ملا یہ معراج مصطفٰے سے مجھے
کہ عالم بشریت کی زد میں ہے گردوں

شفیع بلوچ صاحب معراج کی روایت اور سیر افلاک کے حوالے سے حکیم سنائی کی مثنوی" سیر العباد الی المیعاد" کا تزکرہ کرتے ہیں کہ سیر کے موضوع پر ایک اہم کتاب مانی جاتی ہے. ۔۔سیر العباد ایک مثنوی ہے۔اس مثنوی کے تقریباً آٹھ سو اشعار ہیں۔اس کام کا اصل میں ایک تعارف اور تین بڑے حصے تھے: پہلا حصہ، زندگی یا نامیاتی دنیا یا زندگی کی روشنی کا خروج، مادی دنیا کی تاریکی۔دوسرا حصہ عناصر یا روح کی دنیا میں سفر ہے اور تیسرا حصہ شعور یا عقل کا مرحلہ ہے۔عام طور پر، یہ نظم سفر کے معاملے میں صرف ایک کہانی ہے، اور دیگر ذیلی کہانیاں اس تک جانے کے لئے اپنا راستہ نہیں پا سکتی ہیں۔اس مثنوی میں شاعر نے ہبوط آدم، کو علامت مقرر کرتے ہوئے" سوسی پستی رسیدم از بالا" (اوپر والے میں پہنچ کر) ایک سیر کا بیان کیا، جس میں سب چہرے اور کردار، روح، نفس اور عقل کی باہمی آمیزش کی علامات اور تمثیلیں ہیں۔بو علی سینا کے روح کی سیر کے حوالے سے دو رسالہ" رسالتہ الروح" اور "رسالتہ الطیر" کے حامی ہیں۔اس میں معراج کا اطلاق پرندوں کی پرواز پر کیا گیا ہے۔بو علی سینا وہ مرد قلندر تھے جنہوں نے ترک دنیا کے بعد وادیوں اور پہاڑوں میں کھو گیا، جہاں سے خالق مطلق کی طرف پرواز کیا۔مغربی ادب میں سیر افلاک کے موضوع پر دانتے کی "طربیہ خداوندی" پہلی اور آخری کتاب سمجھی جاتی ہے۔۔دانتے کا تعلق عیسایت مذہب سے تھا لیکن اس کے بعد اس نے چھ سو سال روحانی تجربات کیے۔اسی دوران ابن عربی کا مطالعہ کیا اور ان کے معراج کے مطلق سے بھرپور استفادہ لیا۔۔

شفیع صاحب اس سیر کے بارے میں مزید شیخ فرید الدین عطارد کی مثنوی" منطق الطیر کا حصہ ہفت وادی" کا تذکرہ کرتے ہیں۔جو انسانی روح کی سیر کرنے کے تصویر کشی دیکھاتے ہیں۔۔یہ سفر سات وادیوں سے گزرنے کا مشکل ترین سفر تھا جن کو شفیع صاحب نے پیش کیا اس سیر کو طلب و جستجو، معرفت، توحیدب، حیرت اور فنا کے نام سے موسوم کیا ہے۔۔۔ تیش پرندے جب ہدہد کی رہنمائی میں یہ ساتواں وادیاں عبور کر لیتے ہیں تو انہیں وادی فنا میں سیمرغ کی بارگاہ دکھائی دیتی ہے لیکن جب وہ سیمرغ کو دیکھتے ہیں تو انہیں اس میں اور اپنے میں کوئی فرق دکھائی نہیں دیتا۔گویا وہ تیس پرندے علاماتی طور پر اپنی تلاش میں چلے تھے اور اپنی یافت پر ان کا سفر ختم ہوا۔ آگے چل کر شفیع صاحب عبدالکریم بن ابراہیم الجیلی کی کتاب" الانسان الکامل فی معرفتہ الاواخر والاوائل" کا تزکرہ کرتے ہیں، یہ کتاب مصنف کی ذاتی مشاہدات پر مبنی ہے، جس میں تصوف کے موضوع پر شاندار اسلوب کے ساتھ سیر افلاک کو دیکھایا گیا ہے. اس کتاب میں دوزخ کے طبقات، افلاطون سے ملاقات کے ساتھ ساتھ عالم افلاک کے مشاہدات کے بیان شامل ہیں-اقبال کے نزدیک معراج ایسا موضوع ہے جو معارف اور اسرار و حقائق پر مبنی ہے۔۔ شفیع صاحب کے نزدیک علامہ اقبال کا اس موضوع پر غیر معمولی دلچسپی ان کے اپنے ہی مضمون سے عیاں ہے، جو مضمون انہوں نے" مسلمان سائنسدان کے عمیق تر مطالعے کی اپیل" کے عنوان سے ہے۔اس میں اقبال روحانی، فکری، نفسیاتی اور ثقافتی کا سراغ لگاتے ہوئے لکھتے ہیں کہ" حقیقت یہ ہے کہ واقعہ معراج سے مسلمانوں کی فکر اور جزبے کو بے حد تحرک اور تشفی ملی ہے- اس واقعہ کے بغیر اسلام کے روح تمدن کو جانچنا مشکل ہوتا ہے"۔اقبال کے ہاں معراج کی اصطلاح" انقلاب اندر شعور" کے طور پر استعمال ہوئی ہے۔اقبال کہتے ہیں کہ معراج کی رات مسلمانوں کو یہ سبق دے رہی ہے کہ ہمت ہو تو عرشِ بریں ایک قدم کا راستہ ہے۔معراج انسانی ہمت، صلاحیت اور خدا کی رحمت کا اس دنیا میں سب سے بڑا کارنامہ ہے۔مسلمان کے لیے اس میں یہی سبق ہے۔۔انسانِ کامل کی خودی جب اپنی وجدانی قوت کے بل پر زمان و مکان کی تسخیر کرتی ہے

تو وہی معراج ہے۔۔اقبال معراج عام کو انقلاب شعور کا نام دیتے ہیں۔ان کے نزدیک معراج اپنی ظاہری حالت کے ساتھ ساتھ ایک اندرونی انقلاب لاتا ہے۔۔

شفیع بلوچ کا اگلا مضمون " فلک قمر " ہے۔جس کے ابتدا میں اقبال اپنا فلسفہ حیات بتاتے ہیں۔اس فلسفہ زندگی کی روسے سائنس اور مشاہداتی نظر کی اہمیت ہے۔ شفیع بلوچ نے اقبال کا دوران سفر جن چیزوں کا مشاہدہ کیا جن چیزوں کو دیکھا اور محسوس کیا،وہی چیزیں نیچے نظر آنے لگی اور جب وہ سیاروں کے نزدیک پہنچتے ہیں تو ان کو کوہستان نظر آنے لگتا ہے۔ شفیع بلوچ نے اقبال کے سیر افلاک کو سات حصوں میں بیان کیا ہے۔ان میں فلک قمر پہلا سفر ہے۔فلک قمر پر جا کر اقبال اپنے سفر کی کیفیت بیان کرتے ہیں۔سیر افلاک پر جانے کا سوچا تو سب سے پہلے اپنے مرشد مولانا رومی سے سوال کرتے ہیں کہ کیا انسان دوسرے جہاں میں قدم رکھ سکتا ہے؟اگر رکھ سکتا ہے تو کیسے؟اقبال کے اس سوال پر مولانا رومی جواب میں کہتے ہیں کہ جس طرح انسان ماں کے پیٹ سے جنم لے کر مادر کی دنیا سے اس دنیا میں آ جاتا ہے۔اس طرح وہ اپنے آپ کو اعلیٰ وارفع بنالے تو قرب الٰہی پا کر اس کائنات پر حکمران بن کر زماں ومکاں کی قیود توڑ سکتا ہے۔اقبال سے قبل دانتے نے سیر افلاک کا دورہ کیا،اس دوران دانتے اس نظریہ کائنات کے نظام Ptolemy کو اپناتے ہیں۔ Ptolemy کے علاوہ دانتے کے پاس دوسری صورت نہ تھی۔چونکہ دانتے تو Copernicus سے واقف نہ تھا۔ Copernicus تھیوری دی کہ سارے سیارے سورج کے گرد گھومتے ہیں۔کلیم الدین احمد لکھتے ہیں کہ :

" دانتے نے Ptolemy پر اپنی نظم کی بنیاد
رکھی اور اس میں کچھ علامتی اجزاء کا
اضافہ بھی کیا۔اس نظام کے مطابق زمین
کائنات کا مرکز ہے اور عالم بالا کے سات سیارے
اس کے گرد گھومتے ہیں۔(۱)

دانتے نے جو سیر افلاک کا سفر کیا،تو ان کے نزدیک سیر افلاک کوئی نیا کارنامہ نہیں چونکہ دانتے سے قبل ابن عربی کی فتوحات مکیہ اور ابوالعلاء مصری کے " رسالہ الغفران" میں سیر افلاک کا تصور ملتا ہے۔

اقبال کا سیر افلاک" فلک قمر" میں شفیع بلوچ اقبال کے دوران سفر کے حالات اور ملاقاتوں کا بھی تزکرہ کرتے ہیں۔اس سے قبل شفیع بلوچ" جاوید نامہ" کو مرکزی نقطہ عشق قرار دیتے ہیں۔کیونکہ وہ سمجھتے ہیں کہ انسان اور انسانیت ہی جاوید نامہ کا بنیادی موضوع ہے۔جاوید نامہ میں اقبال کا مخاطب پیر کہن کے بجائے عصر موجود کا وہ نوجوان ہے،جسے وہ باطنی اور ظاہری انقلاب پر اکساتے ہیں۔بقول شفیع بلوچ کہتے ہیں :

" دراصل علامہ کے سارے فلسفے کی شان
اس نکتہ پر آ کے ٹوٹتی ہے کہ انسانی زندگی
کی غایت یہ ہونی چاہیے کہ وہ عشق کی
مدد سے زماں ومکاں کی قید سے آزاد ہو کر
اس پر غالب آ جائے تو غیب اس کے لیے مصنور بن سکتا ہے۔"(۲)

شفیع بلوچ اقبال کا سیر افلاک کا پہلا قدم" فلک قمر" کی طرف لے جاتے ہیں۔اقبال اپنے سفر کی پہلی منزل" فلک قمر" پر پہنچتے ہیں۔اقبال جب قمر پر پہنچتے ہیں تو وہ زندگی کی روسے سائنس اور مشاہداتی نقطہ نظر کو خاص اہمیت دیتے ہیں۔اقبال جب اپنے سفر کی کیفیت بیان کرتا ہے،تو اس دور انہیں اوپر کی وہ تمام ترچیزیں نظر آتی ہیں،جو یقیناً زمین پر بسنے والوں کو کم نظر آتی ہیں۔اقبال نے وہاں موجود ہر چیز کا ذکر کرتے ہیں۔

از درونش سبزہ سر بر نزد
طائرے اندر فضایش پر نزد

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.4 No.3 2021

اس سفر میں اقبال کے ساتھ مولانا رومی بھی تھے۔اقبال مولانا رومی کے ساتھ عالم بالا کرہ قمر میں داخل ہوتے ہیں۔جب علامہ اقبال کرہ قمر میں داخل ہوتے ہیں تو کرہ کے رنگ اور خدوخال کو بھی دیکھا اور جائزہ لیا۔

زیر نخلے عارف ہندی نژاد
دیدہ ہا از سرمہ روشن سواد

اقبال جب کرہ قمر میں داخل ہوتے ہیں، تو اس دوران مولانا رومی بھی ہمراہ ہوتے ہیں۔مولانا رومی، اقبال کو کوہ قمر کی ایک تیرہ و تار غار میں لے جاتے ہیں۔اس غار میں ایک عریاں بدن ہندی عارف ملتا ہے۔جس کے سر کی چوٹی کے گرد ایک سفید سانپ کنڈلی مارے بیٹھا تھا۔اقبال کی ملاقات مست الست عارف ہندی سے ہوتی ہے، تو عارف مولانا رومی سے پوچھتا ہے کہ یہ کون ہے؟ رومی اس خودی سے سرشار شخص کا تعارف کرواتے ہیں۔

دراصل ہندوستان کا عارف جس نے کرہ قمر پر ایک غار بنائی ہوتی ہے اور خود اس میں موجود ہے۔عارف کو اہل ہند" جہاں دوست" کے نام سے پکارتے ہیں۔محمد شفیع بلوچ" جہاں دوست" کے متعلق لکھتے ہیں :

" ہندوستان کا یہ قدیم عارف ایک ہزار اور بعض
مورخوں کے مطابق پانچ ہزار سال قبل مسیح کا تھا۔
اس کا اصل نام" وشوامتر" تھا۔جس کا ترجمہ" جہاں دوست" ہے۔اور وہ رام چندر کا اتالیق تھا۔
"شکنتلا" اس کی بیٹی تھی (۳)

شفیع بلوچ کرہ قمر میں عارف کے ساتھ ہونے والی ملاقات کا سارا احوال بیان کرتے ہیں۔"جہاں دوست" کا مولانا رومی سے اقبال کے متعلق دریافت کرنا اور مولانا رومی کا اقبال کے سیر افلاک کا شوق کا تذکرہ عارف کو بتاتے ہیں۔

شفیع بلوچ" جہاں دوست" اور اقبال کے درمیان علمت کا اندازہ کرنے کے لیے درمیان میں تمثیلی انداز میں دلچسپ فکر انگیز مکالمہ کو بھی پیش کرتے ہیں .

گفت ہنگام طلوع خاور است
آفتاب تازہ او را در بر است
لعلہا از سنگ رہ آید بروں
یوسفان او زچہ آید بروں

شفیع بلوچ کا ماننا ہے کہ اقبال نے وشوامتر کا کردار اس لیے پیش کیا کہ اہل مشرق میں بیداری اور آزادی کا پیغام دے سکیں۔جہاں دوست اور اقبال کے درمیان مکالمہ ہوتا رہا۔جہاں دوست اقبال سے پانچ سوال کرتے ہیں، اقبال ہر سوال کا جواب دیتے ہیں۔

واشومتر نے اقبال سے سوال کرتے ہیں :

گفت مرگ عقل؟ گفتم ترک فکر

ترجمہ : پوچھا گیا کہ عقل کی موت کیا ہے؟ اقبال نے جواب دیا" ترک فکر

گفت مرگ قلب؟ گفتم ترک ذکر

ترجمہ : دل کی موت کیا ہے؟ اقبال نے جواب دیا" ترک ذکر

گفت تن؟ گفتم کہ زاد از گرد رہ

ترجمہ : تن کیا ہے؟جواب دیا کہ تن وہ شے ہے جو راستہ کی گرد سے پیدا ہو گئی یعنی یہ تن (مادہ) کوئی مستقل بالزات شے نہیں بلکہ یہ بھی روح یا جان ہی کی ادنی یا کیثیف شکل ہے۔

اقبال اور واشومتر کے درمیان ہونے والی گفتگو کے بعد ایک دراز زلف نازنین کا ظہور ہوتا ہے، جسے اقبال فرشتہ مانتے ہیں وہ نازنین دراصل وہاں کی بے نور فضا کا کوکب تھا۔ڈاکٹر محمد ریاض" جاوید نامہ" میں نازنین کے بارے میں لکھتے ہیں :

" واشومتر یہ نکتے بیان کر چکے تو ایک صاحب
زلف دراز فرشتہ وہاں نظر آیا۔وہ سروش تھا، جو
زرتشتی مذہب کا گویا جبرئیل ہے۔اقبال اسے فرشتہ شعر ابتاتے ہیں۔"(۴)

شفیع بلوچ نازنین کے ذریعے اقبال کی اس جزئیات نگاری کا کمال دیکھاتے ہیں جو انہوں نے نازنین سے ملاقات کے دوران دیکھا۔۔

نازنینے در طلسم آں شبے
آں شبے بے کوکبے را کوکبے
سنبلستان دوزلفش تا کمر
تاب گیر از طلعتش کوہ وکمر
پیش او گردندہ فانوس خیال
ذوفنوں مثل سپہر دیر سال
اندر آں فانوس پیکر رنگ رنگ
شکرہ بر کنجشک وبر آہو پلنگ
گفت ایں پیکر چو سیم تابناک
زاد در اندیشہ یزداں پاک(۵)

شفیع بلوچ اقبال کی اس جزئیات نگاری کو جو انہوں نے نازنین سے ملاقات کے دوران دیکھی، کہ نازنین وہاں کی بے نور فضا کا کوکب تھا۔اس کی سیاہ اور خوشبو دار سنبل نماز لفیں کمر تک دراز تھیں۔اس کے چہرہ کی تابانی سے کوہ وکمر کو روشنی مل رہی تھی۔اس کے سامنے ایک فانوس جہاں گردش کرتا تھا۔اس فانوس میں طرح طرح کی تصویریں اور تمثیلیں تھیں، جیسے باز چڑیا پر جھپٹتا اور چیتا ہرن پر لپکتا ہے۔

شفیع بلوچ اقبال کا" نوائے سروش" کا ذکر کرتے ہیں، جس کا بنیادی نقطہ یہ ہے کہ کائنات کو سمجھنا ہو تو عقل کی بجائے عشق کی نگاہ سے دیکھو۔اس کے بعد شفیع بلوچ" وادی غمید" کا ذکر کرتے ہیں کہ علاقہ اقبال، مولانا رومی کے ساتھ

"وادی یرغمید" کی جانب بڑھتے ہیں۔اس دوران رومی، اقبال کی توجہ ایک خاص موضوع کی طرف کرواتے ہیں، جن کا عنوان شاعری اور پیغمبری کے بارے میں لطیف نکات کی جانب مبذول کرانا ہے۔

مولانا رومی کے بقول :

" جس شعر میں آگ ہو، اس کی حرارت ذکر خدا
سے ہے۔وہ شاعری خس وخاشاک کو باغ بنا
دیتی ہے اور افلاک کی کایا پلٹ دیتی ہے۔اس سے خون بدن میں زیادہ تیز ہونے لگتا ہے اور دل جبریل سے بھی بیدار تر ہو جاتا ہے۔ (٦)

شفیع بلوچ مولانا رومی کا اقبال کو الواح یا تختیاں دیکھنے کی تائید کرتے ہیں۔اقبال اسرار کل اور طواسین میں موجود گوتم بدھ، زرتشت، جناب مسیح اور سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تجلیات سے بہرہ مند ہوتے ہیں۔

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.4 No.3 2021

شفیع بلوچ فلک قمر میں "طواسین" کا جو ذکر کیا گیا ہے اس کی وضاحت کرتے ہیں کہ طواسین ایک وجہ تسمیہ ہے جو ایک منصور حلاج کی کتاب کا نام ہے۔ دوسرا یہ کہ قرآنی حروف مقطعات " طس" کی جمع ہے۔ طواسین دراصل " طور سینا" ہے، طور سیناوہ پہاڑی ہے جہاں حق تعالیٰ نے تجلی فرمائی تھی۔ ڈاکٹر محمد ریاض طاسین کے بارے میں لکھتے ہیں۔ :

" طواسین، طاسین(طس) کی جمع ہے جو
قرآن مجید کی بعض سورتوں کے حروف مقطعات
ہیں اور یہ حروف اسرار و رموز کے نمبزلہ ہیں۔(۷)

شفیع بلوچ طاسین میں علامہ اقبال کے اس کلام کا ذکر کرتے ہیں، جب وادی یرغمید میں داخل ہوتے وقت گوتم کی تجلیات سے بہرہ مند ہوتے ہیں۔ اقبال گوتم کی تجلیات کا جائزہ لینے کے بعد گوتم بدھ کو انبیاء کے زمرہ میں شامل کرتے ہیں۔ اقبال نے زبور عجم میں دو ایسی غزلیں نقل کیں ہیں، جن کے بیچ میں ایک نئی غزل لاتے ہیں۔ جس میں ایک عشوہ باز کا گوتم کے ہاتھ پر توبہ کرنا۔ ایک مقام پر اقبال گوتم کو انبیاء کے زمرہ میں اس لیے پیش کرتے ہیں کہ ان کی تعلیمات کا صرف اخلاقی پہلو پیش کیا جو کہ ہستی اور نیستی کے بارے میں ہے۔

ہر چہ از محکم و پائندہ شناسی گزرد
کوہ و صحرا و بر و بحر و کراں چیزے نیست
از خود اندیش و ازیں بادیہ ترساں مگذر
کہ تو ہستی و وجود دو جہاں چیزے نیست

تو جن اشیاء کو محکم و پائندہ سمجھے ہوئے ہے۔ وہ سب دراصل فانی ہیں، کسی کو بقا نہیں۔ کوہ صحرا، بحر و بر اور ساحل، ان میں سے کسی کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔ اپنی سوچ دنیا اور اس کے حوادث سے متاثر نہ در حقیقت تو موجود اور کائنات غیر حقیقی ہے۔

اس کے بعد شفیع بلوچ اقبال کے وادی یرغمید میں طاسین زرتشت میں اہرمن کا ذکر کرتے ہیں۔ دراصل زرتشت حکیم تھے۔ ان کے نزدیک زندگی آزمائش کا نام ہے۔ انسان کو زندگی میں بے شمار آزمائشوں سے گزرنا پڑتا ہے۔ اور اسی آزمائش اور امتحان ہی کے بدولت انسان کے اندر خودی پختہ ہو جاتی ہے۔ شفیع بلوچ جہاں زرتشت کے نظریات کو پیش کرتے ہیں، وہی اہرمن کہتا ہے کہ یزداں نے راحت کی بجائے انبیاء کو مصائب میں مبتلا کیا۔ نبوت ایک تاثر شے اور درد سر ہے۔ اقبال دونوں کے خیالات کو پیش کرتے ہیں، دونوں کے خیالات قدرے مختلف ہیں۔ زرتشت جب اہرمن کی بات سنتا ہے تو کہتا ہے کہ زندگی نفس کو وسعت دینے اور تکمیل نفس میں سختی برداشت کرنے کا نام ہے۔

شفیع بلوچ تیسرے طاسین حضرت مسیح کی تعلیمات کا ذکر نہیں بلکہ ان کے فراموش کیے جانے کا ذکر کرتے ہیں۔ اقبال طاسین مسیح کو دیکھتے ہیں تو فوری روسی شاعر لیو ٹالسٹائی کا وہ خواب یاد کرتے ہیں۔ لیو ٹالسٹائی کا نظریہ دوسروں سے قدرے مختلف تھا، اقبال کے نزدیک ٹالسٹائی نے سب کچھ چھوڑ کر سرمایہ داری کے خلاف آواز بلند کی۔ اقبال ٹالسٹائی کو مسیحیت کا نمائندہ قرار دیتے ہیں۔ شفیع بلوچ ٹالسٹائی کے خواب کی تعمیل بیان کرتے ہیں۔ جس میں کوہسار ہفت مرگ کا نوجوان اور افرنگین نام کی ایک عشوہ طراز نازنین کے درمیان حضرت مسیح کے حوالے سے گفتگو ہوتی ہے۔ نوجوان جوڈس اسقروطی ہے جو جناب عیسی کا حواری تھا، مگر روما کے یہودی حاکم فلاطوس کے کہنے پر حضرت عیسی کو گرفتار کروایا۔ نازنین نوجوان سے مخاطب ہوتی ہے کہ جناب مسیح نے آپ کی قوم پر کتنے احسانات کیے اور تری قوم نے ان کے احسانات کا کیا صلہ دیا؟ نازنین کا یہ طعنہ سن کر نوجوان سیخ پا ہو گیا۔ نوجوان کہتا ہے کہ تونے آدم کو عشق و محبت سے بیگانہ کر کے انہیں خود غرضی اور نفس پرستی سکھادی۔

مرگ تو اہل جہاں راز ندگی است

باش ! تا بنی کہ انجام تو چیست !

اقبال یہاں عیسائیت کی فاسد معاشرت، علوم وفنون کی ترقی کے لیے ان کے غیر ہمدردانہ رویے اور مادی نقطہ نظر کی مذمت کی ہے۔

شفیع بلوچ آخر پر طاسین کے چوتھے " طاسین محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں تفصیل سے ذکر کرتے ہیں۔۔ جس میں ابو جہل کی روح حرم کعبہ میں نوحہ کناں ہے۔ ابو جہل اخوت، حریت اور مساوات کی تعلیمات کے بے حد خلاف تھا۔ اسلام دشمنی اس کا شعار رہا چنانچہ ہر قبیلے کے ایک فرد کی شمولیت سے قبل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہولناک منصوبہ بنایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم توحید کا نعرہ بلند کیا اور وہاں کے سارے بت توڑ دیے۔ نوجوانوں کو اسلام کی تبلیغ دی، اور لوگوں میں دین اسلام کا شعور عطا فرمایا۔

چاروں طاسین کو شفیع بلوچ نے تفصیل سے پیش کیا اور ہر ایک کے متعلق وضاحت پیش کی گئی۔

شفیع بلوچ اقبال کا سفر افلاک میں قمر کے بعد فلک عطارد کا ذکر کرتے ہیں۔ یہ سفر بھی اقبال نے مولانا رومی کے ساتھ کیا تھا۔ یہ فلک انہیں زمین سے قدیم تر لگا۔ اس میں صحرا او دریا، بحر وبر، تو موجود ہے مگر زندگی کے آثار نہیں۔ جب اقبال اور مولانا رومی فلک عطارد پر پہنچے ہیں تو اذاں سنائی دینے لگتی ہے۔ اقبال کے سوال پر مولانا رومی جواب دیتے ہیں کہ :

" عطارد اور زمین میں قریبی ربط ہے۔ حضرت آدم بہشت سے زمین کی طرف جاتے ہوئے ایک دو روز یہاں ٹھہرے تھے۔ یہ اولیاء اللہ اور بزرگ صوفیہ کا مقام گزر ہے۔ چنانچہ فضیل، بو سعید، جنید اور بایزید کے سے پاک مراد آتے رہتے ہیں۔(۸)

شفیع بلوچ نے اقبال کے فلک عطارد کا احوال بیان کرتے ہیں۔ اقبال جب فلک عطارد پر مولانا رومی کے ہمراہ پہنچتے ہیں تو ان کی ملاقات جمال الدین افغانی اور سعید حلیم پاشا کی ارواح سے ملاقات کا ذکر کرتے ہیں۔ شفیع بلوچ اقبال کا فلک عطارد پر سننے والی اذان کا ذکر بھی کرتے ہیں .

من نیابم از حیات ایں جانشاں
از کجامی آید آواز اذاں؟

اقبال پر فلک عطارد پہنچتے ہیں تو وہاں اذان کی آواز سنائی دیتی ہے۔ اذان کی آواز جیسے ہی اقبال کے کانوں تک پہنچتی ہے تو فوری مرشد مولانا رومی سے مخاطب ہوتے ہیں کہ یہاں انسان کا آثار ہی نہیں تو یہ آواز کہاں سے؟ اقبال کے سوال کا جواب مولانا رومی یوں دیتے ہیں۔

گفت رومی ایں مقام اولیاست
آشنا ایں خاکداں با خاک ماست

مولانا رومی جواب دیتے ہیں کہ یہ اولیاء وصوفیہ کی گزرگاہ ہے۔

اقبال اور مولانا رومی نماز ادا کرتے ہیں۔ اس دوران نماز کی امامت سید جمال الدین افغانی امامت کروا رہے ہیں اور سعید محمد حلیم پاشا ان کی اقتدار میں ہیں۔

شفیع بلوچ کا ماننا ہے کہ اقبال کا تصور " زندہ رود " گوئٹے سے اخذ کیا گیا ہے۔ شفیع بلوچ لکھتے ہیں :

" زندہ رود کا تصور علامہ نے گوئٹے کی ایک نظم " نغمہ محمد (Mahomet sang) سے لیا ہے۔ اس ایمان افروز نعت میں گوئٹے نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایک بے نیازی سے تشبیہ دے کر حسین مناظر سے گزرتا دکھایا ہے(۹)

"زندہ رود" کے متعلق ڈاکٹر محمد ریاض لکھتے ہیں :

" وہ ازراہ ناز و شوخی اقبال کو " زندہ رود " کہا
کرتے ہیں۔ اس کے بعد شاعر ہر کہیں ہمیں " زندہ
رود " کے لقب سے ملقب و موسوم نظر آتے ہیں۔"

شفیع بلوچ فلک عطارد پر صوفیاء کا ذکر کرتے ہیں۔ جن میں اصل کردار افغانی اور سعید پاشا کے ہیں۔
اس دوران اقبال کا افغانی کے ساتھ مسلمانوں کا حال، اور سعید پاشا کے ساتھ سرزمین مغرب کے لوگوں کی سوچ و فکر، عشق و نظر پر گفتگو کا بھی ذکر کرتے ہیں۔

افغانی اقبال سے مسلمانوں کی حالت کا پوچھتے ہیں۔ اقبال افغانی کو وطنیت اور اشتراکیت کے بارے میں بتاتے ہیں۔ اسی لمحہ اقبال افغانی کو معروف اشتراکی فلسفی کارل مارکس کو ابراہیم خلیل اللہ کی نسل سے ظاہر کرتے ہیں۔ اقبال کارل مارکس کے دل کو مومن اور دماغ کو کافر قرار دیتے ہیں۔
شفیع بلوچ کا ماننا ہے کہ اقبال بھی کارل مارکس جیسے خیالات کے مالک تھے۔ جس طرح کارل مارکس سرمایہ داری نظام کے خلاف بغاوت کا علم بلند کیا۔ دراصل اقبال اور کارل مارکس کی سوچ ایک ہے۔ دونوں نے ایسی دنیا کا خواب دیکھا جو سماجی ناانصافی اور جبر و استحصال سے پاک ہو۔
افغانی علامہ اقبال کو وطنیت کے متعلق اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہیں اور اس گفتگو کا آغاز ہی کارل مارکس کے نظام " مساوات شکم " سے کرتے ہیں. کیونکہ کارل مارکس سرمایہ دارانہ نظام کے خلاف تھا۔ اس لیے یہ افغانی اور اقبال کا بھی یہی ماننا ہے تھا کہ دولت کی مساویانہ تقسیم سے اخوت و مساوات پیدا نہیں ہو سکتی۔
شفیع بلوچ کا ماننا ہے کل یہ ذکر کارل مارکس کا ہو رہا ہے کس کے متعلق اقبال کے وہ نظریات اور سرمایہ دارانہ نظام ہی کی بدولت حسن ظن کرتے تھے۔

شفیع بلوچ اقبال کے دونوں نظریات کا تزکرہ کرتے ہیں۔۔ پہلے نظریہ میں اقبال کی کارل مارکس کے ساتھ حمایت کا ذکر کرتے ہیں، وہی اقبال کی کارل مارکس کی مخالفت کا ذکر بھی کرتے ہیں کہ اقبال کارل مارکس کو کافر کہتے ہیں، اور کافر کہنے کی وجہ ہی یہی تھی کہ کارل مارکس دین اسلام سے بیزار تھے۔

زانکہ حق در باطل او مضمر است
قلب او مومن دماغش کافر است

شفیع بلوچ لکھتے ہیں کہ اقبال نے کارل مارکس کو کافر اس لیے کہا کیونکہ اس کا حق اور باطل چھپا ہوا ہے۔ شفیع بلوچ کہتے ہیں :

" اشتراکیت اور ملوکیت دونوں روح کی
دشمن ہیں۔ اشتراکیت کا مقصد خروج اور
ملوکیت کا مقصد خراج ہے۔ دونوں علم و فن
کی دشمن اور خدا پرستی سے کوسوں دور ہیں۔ (۱۰)

شفیع بلوچ سعید حلیم پاشا کی بات کا ذکر کرتے ہیں۔ یہ گفتگو فلک عطارد پر جب مولانا رومی اقبال کی ملاقات کرواتے ہیں۔ سعید حلیم پاشا دراصل ترکی کا عظیم مفکر تھا۔ اس دوران سعید پاشا اور اقبال کی گفتگو مسلم معاشرہ کی اصلاح پر ہوتی۔ سعید پاشا نے ترکوں کو جمود سے نکال کر شاہراہ ترقی کی راہوں پر گامزن کرنے کی کوشش کی تو سلطانی استبداد اور ملائی جمود نے ان کی کوششوں کو روکے رکھا۔ ڈاکٹر محمد ریاض لکھتے ہیں :

" سعید حلیم پاشا تو ساری ذمہ داری کم خواندہ اور بے بصیرت مُلا ذوق پر ڈالتے ہیں۔ مُلا کو
وہ قران فروش کہتے ہیں اور افسانہ خواں۔ (۱۱)

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.4 No.3 2021

سعید پاشا مغرب و مشرق کے افکار کا موازنہ کرتے ہوئے ان کی خوبیوں اور کمزوریوں سے خبر دار کرتے ہیں۔ شفیع بلوچ نے سعید حلیم پاشا کو دو الگ صورتوں میں دیکھایا ہے۔ ایک تو وہ مغرب کے لوگوں کو صاحب نظر مانتے ہیں، جبکہ دوسری طرف مشرق کے لوگوں کو صاحب دل مانتے ہیں۔

سعید پاشا ایک جگہ مشرق کے لوگوں کے عشق و آرزو سے دوری کا بیاں کرتے ہیں جبکہ دوسری جانب مغرب کے لوگوں کو دنیاوی امور کا اسیر مانتے ہیں۔ شفیع بلوچ سعید پاشا کے کلام کو یوں پیش کرتے ہیں :

غربیاں را زیرکی راز حیات
شرقیاں را عشق راز کائنات
زیرکی عشق گردو حق شناس
کار عشق از زیرکی محکم اساس
شعلہ افرنگیاں نم خوردہ ایست
چشم شاں صاحب نظر دل مردہ است

شفیع بلوچ نے زندہ رود اور افغانی کے درمیان ہونے والی گفتگو پیش کرتے ہیں۔ جس میں افغانی، زندہ رود کو عالم قرآنی کے محکمات یعنی قرآن مجید کی بنیادی تعلیمات سے آگاہ کرتے ہیں۔ اس دوران افغانی تین اصول واضح کرتے ہیں۔ پہلا خلافت آدم ہے۔ جس کے بارے میں شفیع بلوچ کا ماننا ہے کہ یہ عشق ہے اور اس عشق کے اسرار میں ایک سر ہے۔ اس کے اندر جو فرائض شامل ہیں ان میں ایک فرض یہ بھی ہے کہ نسل آدم کو جاری رکھنا اور اس کی تربیت کرنا ضروری ہے۔

دوسرے اصول میں حکومت الٰہی کا ذکر کیا ہے، جس میں آزادی حق لینا ہے۔ بندہ حق آزاد ہوتا۔ آزادی حق یہ ہے کہ ایک مسلمان کا ملک و آئین خدادا ہے اور وہ اپنا نظام معاشرت اور قانوں زندگی سب کچھ اللہ سے ہی حاصل کرتا ہے۔

تیسرا اصول" الارض اللہ" جس کا مطلب زمین خدا کی ملکیت ہے۔ زمیندار زمین سے اپنا رزق حاصل کر سکتا ہے اور مرنے کے بعد اسی میں دفن ہوتا ہے۔

شفیع بلوچ زندہ رود اور افغانی کی بات کو مزید آگے بڑھاتے ہیں جس میں زندہ رود افغانی سے ضمیر کے متعلق سوال کرتا کہ جس طرح باقی اصول دیکھے گیا، ایسا دلکش عالم ہمارے ضمیر سے باہر کیوں نہیں نکلتا؟ جس کا جواب افغانی کی بجائے سعید حلیم پاشا یوں دیتے ہیں :

" دین اور قرآنہم کی تشریح کرنے والے
ہی دراصل اس کے رسوائی کے ذمے دار ہیں۔"(۱۱)

آخر پر افغانی ایک پیغام ملت روسیہ کے نام لکھتے ہیں، جس میں نئے نظام کے بارے میں آگاہ کرتے ہیں۔ اقبال تینوں کی گفتگو سن کر رو دیتے ہیں اور پھر آگے کا سفر کی خواہش کرتے ہیں۔ یوسف سلیم چشتی ملت روسیہ کے حوالے سے افغانی کے خطاب کو یوں پیش کرتے ہیں :

" تم لوگوں نے ملوکیت(دستور کہن) کو اپنے
ملک سے ختم کر دیا اور نئے نظام کی بنیاد
ڈالی ہے۔(۱۲)

شفیع بلوچ اقبال کا سفر فلک عطارد کے بعد فلک زہرہ کا ذکر کرتے ہیں۔ دراصل فلک زہرہ کا ابتدائیہ مثنوی رومی کے اسلوب پر ہے۔ بات فلک زہرہ اور زمین دونوں سے کہنا مناسب ہے۔ فلک زہرہ میں جب اقبال پہنچتے ہیں۔ اس دوران اقبال فلک زہرہ کو مختلف ناموں سے پکارتے ہیں، جن میں ناہید، اناہید، بغدخت اور سیلغت وغیرہ شامل ہیں۔ محمد شفیع بلوچ فلک زہرہ کی تمہید میں اقبال کا نظریہ بیاں کرتے ہیں جس کی تمہید میں اقبال لکھتے ہیں کہ ہمارے اور نور آفتاب کے درمیان بہت سے حجابات پائے جاتے ہیں۔ شفیع بلوچ کا ماننا ہے کہ اگر حجابات نہ ہوتے تو مادی اشیاء آفتاب کی شعاعوں کی تاب نہ لا کر فنا ہو

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.4 No.3 2021

جا تیں۔یہی آفتاب کی شعاعیں دراصل، جو صد ہا پر دوں سے گزر کر آتی ہیں، پھولوں میں رنگ پیدا ہو تا ہے۔ فلک زہرہ میں طلوع آفتاب سے قبل یا غروب آفتاب کے بعد نظر آنے والے اس حسین سیارے کے ساتھ کئی افسانے مربوط ہیں۔ان میں ہاروت وماروت نام کے فرشتوں کا عشق بھی مذکور ہو سکتا ہے۔
شفیع بلوچ خدا سے عشق کے متعلق کہتا ہے کہ عشق وہ ہے جو ہماری روح کے لیے مفید ہیں، اگر خدا بے حجاب ہو جائے تو ہم اس کے جلوہ کی تاب نہ لا سکیں گے۔ ہماری روح خدا سے واصل ہونا چاہتی ہے اور عشق کے سوا ممکن نہیں۔ عشق کے متعلق مولانا رومی کہتے ہیں :

دور گردوں را فیض عشق داں
گر نبودے عشق بفسر دے جہاں

یعنی اگر عالم میں عشق کار فرمانہ ہو تا تو اس کا قیام ناممکن ہو جاتا ہے۔ رومی یہ عقیدہ شیخ اکبر محی الدین ابن عربی کی تعلیمات سے اخذ کیا ہے ۔اقبال کہتے ہیں کہ عشق کی آگ پوشیدہ ہے اور یہی عشق اسے اللہ تک پہنچا دیتا ہے، جس کی وجہ اللہ خود سراپا محبت ہے۔
شفیع بلوچ کہتے ہیں کہ عشق میں ایسی قوت ہے کہ سالک خود اپنا کعبہ اور خود اپنا ابراہیم بن جاتا ہے۔۔ عشق کے متعلق شفیع بلوچ مزید لکھتے ہیں :

" حضرت اسماعیل کی طرح تسلیم ورضا کا
پیکر بن جاتا ہے اور حضرت علی کی طرح
آسمانوں کو فتح کرتا جاتا ہے، اور کوئی خیبر
اس کے آگے ٹھہر نہیں سکتا۔(۱۳)

ڈاکٹر محمد ریاض عشق کے متعلق لکھتے ہیں :

" عشق کے بعض ظاہری پہلو جیسے امومت، دردناک سہی مگر ان میں بڑے فوائد مضمر ہیں۔ یہ ناشناختہ پدر کی اولادیں جو Teet Tubes کے ذریعے پیدا ہونے لگی ہیں۔(۱۴)

شفیع بلوچ اقبال اور مولانا رومی کے بارے میں یہ کہتے ہیں کہ مولانا رومی اقبال کے مسلک سے آگاہ ہیں اور انہیں معلوم ہے کہ میں ہر وقت گرم سفر رہتا ہے۔ فلک قمر سے فلک زہرہ تک رومی اقبال بات آگلے سفر پر چلنے کا خواہش مند ہے۔ شفیع بلوچ اقبال کا سفر فلک زہرہ کی منظر کشی بیاں کرتے ہیں، جہاں چاروں طرف کہر و دھند چھایا ہوا ہے۔اس مقام پر خطہ خدایان کہن قیام پذیر ہیں۔
شفیع بلوچ آگے رومی کی معیت میں اقبال کا دریائے قیر (کول تار) کو عبور کرنا اور کوہسار میں داخل ہونے کا احوال بھی بیان کرتے ہیں۔ جہاں کی وادی میں پہلا منظر خدایان اقوام کہن کی مجلس ہے۔ جن کے بعض نام حقیقی اور بعض تخیلاتی بیاں کیے ہیں۔ شفیع بلوچ دنیا کی قدیم ترین قوم فنیقیوں کا سب سے بڑا معبود " بعل" کا ذکر کرتے ہیں۔ دراصل " بعل" اور اقبال کی ملاقات اسی فلک زہرہ پر ہوتی ہے۔" بعل" دراصل اقبال کا ایک بے نظیر ترجیع بند ہے۔ شفیع بلوچ" بعل" کے متعلق لکھتے ہیں کہ :

" علامہ اقبال نے سب باطل خداؤں کا نمائندہ بنایا ہے چنانچہ وہ تمام اقوام کے خداؤں سے خطاب کرتے ہوئے اپنی مسرت کا اظہار کرتے ہیں۔"(۱۵)

شفیع بلوچ اس موقع پر ضرب خلیلی سے بہرہ ور رومی کی غزل کا ذکر کرتے ہیں، رومی غزل پڑھتے ہیں تو تمام" خدایان کہن" سجدہ ریز ہو جاتے ہیں۔ غزل پڑھنے کے بعد مولانا رومی اقبال کو پہاڑ کا وہ منزل دیکھاتے ہیں جس میں ہیرے کے رنگ کا شفاف سمندر رہے، اس سمندر کی لہریں اور سیلاب اس میں خلل انداز نہیں ہوسکتے۔۔

شفیع بلوچ اس دریا کا ذکر کرتے ہیں، جس میں اقبال مولانا رومی کے ساتھ دریار میں داخل ہوتے ہیں۔ رومی اور اقبال کے درمیان دو فرعونوں ،مصر کار عمیس کی روحوں کو زہرہ کے ایک دریا کہ تہہ دیکھاتے ہیں،یعنی جس میں حضرت عیسی اور ان کی قوم کو نیست و نابود کرنا چاہا، لیکن خود بحر قلزم کی طوفانی موجوں کا شکار ہو گیا۔اقبال جب فرعون کے متعلق رومی سے آگاہ ہوتے ہیں تو لکھتے ہیں :

ہر چہ نپہاں است ازو پیدا ستے
اصل ایں نور از ید بیضا ستے

اقبال فرعون کی فرعونیت اور ملوکیت کے انجام پر آنسو بہارہا ہے اور دل میں یہ حسرت لیے بیٹھا ہے کہ اب اگر میں حضرت عیسی سے دوبارہ مل سکوں، تو بلا شبہ ان پر ایمان لاؤں گا۔

شفیع بلوچ سوڈان کی تحریک کا ذکر کرتے ہیں۔ تحریک حریت کے سالار اور عظیم عرب مجاہد محمد احمد المعروف مہدی نے انگریزوں کو پے در پے شکستیں دیں اور سواڈان کو آزاد کروانا۔۔ مہدی کی وفات کے بعد برطانیہ نے سوڈان پر دوبارہ قبضے کے لیے لارڈ کچز کو، جو مصر میں برطانوی افواج کا سپہ سالار تھا۔

محمد شفیع بلوچ اقبال کی اپنے مرشد مولانا رومی کے ہمراہ فلک مریخ کی سیر کا احوال بیان کرتے ہیں۔ شفیع بلوچ نے اقبال کی سیر افلاک میں سیر روح کی تلقین کا تزکرہ بھی کرتے ہیں۔اقبال اور مولانا رومی جب مریخ پر پہنچتے ہیں تو وہاں رومی اقبال سے فرماتے ہیں کہ فلک مریخ کا عالم بھی ہمارے عالم جہاں کی طرح ہے۔اس عالم کے باشندے ہم سے زیادہ عقل مند،ماہر فنون ہیں۔عالم جہاں اور زمین کے باشندوں پر روحانیت کا غلبہ ہے، جبکہ زمین کے باشندوں پر مادیت کا غلبہ غالب ہے۔

شفیع بلوچ اقبال کی مریخ کے دوران جن جن سے ملاقات ہوتی ہے ان کا ذکر شامل ہے۔۔عالم مریخ اسی لیے اہل زمین کو کہا جاتا ہے کہ وہ بھی پیغمبر از شان رکھتے ہیں اور وہ خلق خدا کی خدمت کو اپنا شعار بناتے ہیں۔کلیم الدین احمد مریخ کے متعلق لکھتے ہیں کہ :

" مریخ زمین ہی جیسا سیارہ ہے اور یہاں بھی طلسم رنگ و بو ہے، یہ بھی صاحب شہر و دیار و کاخ و کو ہے اور یہاں کے باشندے بھی ضوف ہیں، بلکہ اہل زمین سے درالعلوم جان و تن، برتر ہیں اور یہاں ایک شہر مرغدین ہے جو بظاہر آئیڈیل معلوم ہوتا ہے اور یہاں کے باشندے بھی آئیڈیل ہیں۔ (۱۶)

اقبال سیر کے دوران مرغدین پر جاتے ہیں۔ مرغدین ایک خطہ ہے، جو خالق نے برخیا کو عطا کیا۔یہاں اقبال" برخیا" کا ذکر کرتے ہیں، جن کو خالق نے" مرغدین" کا خطہ عطا فرمایا تھا۔برخیا کو بہکانے میں نہیں آتا، جسکی وجہ سے خلق نے ان کو انعام کے طور پر مرغدین کا خطہ عطا کیا۔

شفیع بلوچ اس خطہ کو اقبال کی نظر میں برطانوی ادیب تھا، مس مور کے سفر نامے" یوٹوپیاتی" جیسا مثالی معاشرہ قرار دیتے ہیں۔ڈاکٹر محمد ریاض شہر مرغدین اور وہاں کا آئیڈیل معاشرہ کے بارے میں لکھتے ہیں :

" ذہن زندہ رود نے مرغدین نام کے ایک نئے
شہر کو یہاں خلق کیا اور وہاں کے آئیڈیل
معاشرے کو مجسم کیا، چشم فلک نے ایسا
معاشرہ صدر اسلام کے علاوہ کبھی نہ دیکھا
ہو گا۔(۱۷)

عالم مریخ مرغدین سے زائرین خاکی کو مطلع کرکے کہتا ہے کہ یہاں نہ کوئی سائل ہے نہ محروم غلام و آقا اور حاکم و محکوم کا وجود یہاں مفقود ہے۔
شہر مرغدین کے ذکر میں ہے کہ :

خدمت آمد مقصد علم وہنر

کارہارا کس نمی سنجد بزد

عالم مریخ اسی لیے اہل زمین کو کہتے ہیں کہ وہ بھی پیغمبرانہ شان رکھیں اور خلق خدا کی خدمت کو اپنا شعار بنائیں کیونکہ انسانوں کو ملنے والی نعمتیں امانت ہیں۔ شفیع بلوچ اقبال کا مکالمہ تقدیر اور تدبیر کے درمیان واضح کرتے ہیں. اقبال کہتے ہیں کہ :

سائل و محروم تقدیر حق است

حاکم و محکوم تقدیر حق است

زندہ رود کی طرف مخاطب ہوتے ہیں کہ تدبیر سے تقدیر نہیں بدل سکتی، اگر تو اس پر غور کر تو معلوم ہو گا کہ تدبیر کرنا بھی تقدیر الہیٰ سے ہے۔ یعنی جس خدا نے ہماری تقدیر بنائی ہے۔ اسی خدا نے تدبیر کا بھی حکم صادر فرمایا ہے۔

گر زیک تقدیر خوں گردو جگر

خواہ از حق حکم تقدیر دگر

تو اگر تقدیر نو خواہی رواست

زانکہ تقدیرات حق لاانتہاست

شفیع بلوچ رومی اور اردگرد کا مرغدین سے گزر کر وسیع میدان کا ذکر کرتے ہیں، جہاں مرد وزن جمع ہیں اور اس مجلس میں ایک عورت خطاب کر رہی ہے۔ یہاں پر اقبال آزادی نسواں کی نمائندگی کرتے ہوئے، اس تحریک مقاصد کی علامت بن جاتا ہے۔

دراصل عورت کا کردار ایسا کردار ہے جو نبوت آخر زماں کی مدعی تھی اور عورتوں کو ازدواج سے اجتناب کرنے کی ترغیب دے رہی تھی۔ وہ عورتوں کو تلقین کرتی ہے کہ ازدواج سے دور رہیں اور اموات کا بار نہ اٹھائیں۔ اقبال عورت کے خیالات کو ظاہر کرتے ہیں۔ عورت کی سوچ کو یہاں بیاں کرتے ہیں۔ اس بارے میں جیلانی کامران اس بارے میں لکھتے ہیں :

" جاوید نامہ میں دوشیزہ مریخ کا کردار

ایک ایسے زمانے کی طرف اشارہ کرتا ہے، جب

میڈیکل سائنس ابھی عورتوں کے لیے مددگار ثابت نہیں ہوتی تھی۔ ماں اور بچہ دونوں کی زندگی وضع حمل کے دونوں میں خطرے میں گھری رہتی

تھی، جب خرابی صحت کو دور رکھنے کے ذرائع بھی حاصل نہ تھے۔ (۱۸)

رومی تو عورت کو تلقین کرتے ہے کہ ازدواج سے دور ہیں اور امومت کا بار نہ اٹھائیں۔ مرد کی محبوبہ بن کر جینا بھی کوئی جینا ہے۔ امومت کی تکلیف آخر عورت کو ہی اٹھانی پڑے گی وہ یہ نوید دیتی ہے۔

شفیع بلوچ کے نزدیک دوشیزہ مریخ درحقیقت مغربی عورت کی تمثیل ہے۔

شفیع بلوچ اقبال کا سفر مشتری کا ذکر کرتے ہیں۔ مریخ کا سفر کے بعد رومی اور اقبال فلک مشتری پر آپہنچتے ہیں. فلک مشتری کی تمہید میں شاعر حکمت اور عرفان کا موازنہ کرتے ہیں۔ اس علم و فلسفہ کا مطلب کائنات کا مشاہدہ اور تحقیق کرنا ہے۔

آں جہاں آں، خاکدانے ناتمام

در طواف او قمرہا تیز

شفیع بلوچ اقبال کا سفر فلک مشتری پہ جاتے وقت " خاندان" کا ذکر کرتے ہیں۔اس" خاکدان" کے متعلق ڈاکٹر محمد ریاض اس بارے میں لکھتے ہیں :

" مشتری ایک ناتمام خاکدان ہے،اس کے گرد
قمر طواف کرتے ہیں،اس کی صراحی انگور
ابھی شراب سے خالی ہے۔اس کی مٹی سے
ابھی آرزو نے جنم نہیں لیا۔(۱۹)

اقبال جب مشتری کا سفر کرتے ہیں تو ان کی ملاقات تین شخصیات سے ہوتی ہے۔اقبال کو اس سفر میں تین اشخاص کی ارواح نظر آتی ہیں،جن میں حسین بن منصور حلاج،غالب اور قرۃ العین طاہرہ شامل ہیں۔اقبال ان کو سرخ عبائیں پہن رکھی تھیں۔اقبال کا یہ سفر " السعد الاکبر" کہلاتا ہے۔

اقبال ان تینوں عاشقان کی گفتگو کو بیاں کرتے ہیں۔جن میں زیادہ گفتگو حلاج کی زبانی ہے۔

شفیع بلوچ ان تینوں کے آزاد خیال اور روشن فکر افراد نے اپنے اپنے دور کے رسمی عقائد افکار کے فکری بغاوت کے متعلق ہے۔ شفیع بلوچ حلاج اور طاہرہ نے سر دے کر اپنے عاشق ہونے کا ثبوت دیا جبکہ اقبال نے غالب کو اس زمرہ میں اس لیے شامل کرتے ہیں کہ ان کے کلام میں فلسفیانہ اور انقلاب آفرینی کا ذکر ملتا ہے۔

منصور فرقہ علی اللہیاں منم
آوازہ انا اسد اللہ در افگنم

شفیع بلوچ اقبال کے اس نظریہ کو شامل کرتے ہیں،جس میں اقبال منصور،طاہرہ اور غالب کی انا کے متعلق بیان کرتے ہیں۔اقبال نے منصور کو انا الحق کہا،طاہرہ کو انا الشہید جبکہ غالب کو انا اسد اللہ کہا۔

شفیع بلوچ فلک مشتری پر دو خاص موضوعات کا ذکر کرتے ہیں،جن میں مقام نبوت اور ابلیس بحیثیت واحد حقیقی کا ذکر کرتے ہیں۔

شفیع بلوچ حسین بن حلاج کو عشق الہیٰ کے ناقابل بیان راز فاش کرنے کے حوالے سے بغداد میں بے رحمی سے نزر دار کر دیا گیا۔حلاج کا نظریہ " ہو ہو" دراصل انسان ہستی باری کا زندہ ناظر و شاہد ہے۔

ڈاکٹر ابو سعید نور الدین اپنی کتاب اسلامی تصوف اور اقبال میں لکھتے ہیں :

" منصور حلاج نے اتحاد بذات حق کا دعویٰ
کر کے جو" انا الحق" کہا تھا،اس کے متعلق علامہ

اقبال کہتے ہیں کہ مشہور فرنچ مستشرق ماسینون نے منصور حلاج کے جو اقوال وارشادات جمع کیے ہیں۔ان کا بغور مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے قول" انا الحق" سے مراد ہر گز یہ

نہیں تھا کہ وہ خدا کے ساتھ متحد ہو گئے تھے،بلکہ اس کے معنی یہ ہیں کہ میں تخلیق حق (Creative truth)ہوں۔"(۲۰)

شفیع بلوچ کا ماننا ہے کہ ایک وقت ایسا بھی تھا،جب اقبال بھی حلاج کے تصور یا ان کے خیالات کو حقارت کی نظر سے دیکھتے تھے،مگر بعد ازاں جب اقبال نے حلاج کے نظریات اور خیالات کا مطالعہ کیا تو وہ سمجھے کہ حلاج کے افکار ایک زندہ ایمان کا ایک عظیم مظہر پا لیا ہے۔

شفیع بلوچ قرۃ العین طاہرہ کو ایران کے بانی فرقہ کی ذہین ترین عالم اور شیریں شاعرہ مانتے ہیں۔قرۃ العین طاہرہ کے متعلق کہا جاتا ہے کہ انہیں " تہران میں ۱۸۵۴ء میں گلا گھونٹ کر ہلاک کیا گیا،مگر طاہرہ کی روح اور عشق کا گلا نہ گھونٹا گیا۔

شفیع بلوچ حلاج کی اس غزل کا ذکر کرتے ہیں،جو" پیام مشرق" کی غزلوں میں سے ایک غزل ہے اور وجہ انتخاب یہ بتاتے ہیں کہ یہ غزل حلاج کے مسلک کا آئینہ دار ہے۔اس سے قبل جب زندہ رود(اقبال) نے طاہرہ اور غالب کی ایک ایک غزل نقل کی تو اقبال ابن حلاج سے اپنی ایک مستانہ غزل منسوب کرتے ہیں۔ڈاکٹر احمد ریاض کا ماننا ہے اقبال نے اس غزل کا شعر نظیری نیشاپوری سے مصرع شامل کیا۔وہ لکھتے ہیں :

" اس غزل کے ایک شعر میں نظیری
نیشاپوری(۱۰۲۳ھ) کا مصرع تضمین
کیا گیا ہے۔" یہ پوری غزل جذبہ، قربانی
سوزومستی، اور رندانہ گفتگو کی آئینہ
دار ہے۔ اور ابن حلاج کی شخصیت سے یہ باتیں
میل کھاتی ہیں۔(۲۱)

اقبال غالب کو بھی حلاج اور طاہرہ کو ایسے مستان میں دکھاتے ہیں۔ ان کی مستانی غزل کا مطلع دیکھے :

بیا کہ قاعدہ آسمان بگردانیم
قضا بگروش رطل گراں بگر دانیم

شفیع بلوچ اس کے بعد قرۃالعین طاہرہ کی غزل کا ذکر کرتے ہیں۔ طاہرہ کو "نوائے طاہرہ" کے نام سے منسوب کیا گیا۔ اس کے ہاں بھی جذبات کی عکاسی ہے وہ جذبات عاشق کے ہیں۔ اقبال ہر مسلمان کو طاہرہ کی طرح سچ عاشق بننے کی تلقین کرتے ہیں۔ شفیع بلوچ نے طاہرہ کی غزل کے چند مصرع بیان کیے ہیں :

گر بتوافتدم نظر چہرہ بہ چہرہ، روبرو
شرح دہم غم ترا نکتہ بہ نکتہ مو بہ مو
از پئے دیدن رخت، ہمچو صبا فتادہ ام
خانہ بخانہ، دربدر، کوچہ بکوچہ، کو بکو

ترجمہ : (اے میرے محبوب ! اگر مجھے تری حضوری نصیب ہو جائے تو میں اس غم کی وضاحت کروں، جو تری جدائی سے مجھے لاحق ہوا۔ میں ترے دیدار کی خاطر خانہ بخانہ اور کوبہ کو ماری ماری پھر رہی ہوں)

عشق باصفا کی گفتگو سن اقبال کے لیے دریائے طوفان برپا ہو جاتا ہے، تو مولانا رومی اقبال کی طرف دیکھتے ہیں، اور فرماتے ہیں تو ان ارواح بزرگ سے سوال کر۔۔۔تو اقبال پہلا سوال حلاج سے ہوتا ہے، کہتے ہیں :

از مقام موماناں دوری چرا؟
یعنی از فردوس مہجوری چرا؟

ترجمہ (تو مقام موماناں سے دور کیوں ہے اور جنت میں ترا قیام کیوں نہیں ہے ؟)

اقبال کے اس سوال پر حلاج مُلا اور عاشق کی ذہنیت کا فرق بتاتا ہے اور کہتا ہے ؟

مرد آزادے کہ داند خوب وزشت
می نگنجد روح او اندر بہشت
جنت ملاے و حور و غلام
جنت آزادگاں سیر دوام

ترجمہ (عاشق کسی جگہ خواہ وہ جنت ہی کیوں نہ ہو، مستقل طور سے قیام پذیر نہیں ہو سکتا۔ جس پر اچھائی اور برائی واضح ہو، جو نیکی اور بدی میں تمیز کر سکتا ہو ش اسے بھلا کب جنت کی پرواہوتی ہے)

اقبال حلاج سے دوسرا سوال عشق کی بدولت ایک فانی جاودانی صفات کے متعلق کرتے ہیں، جس کے جواب میں حلاج کہتا ہے :

گردش تقدیر، مرگ و زندگی است

کس نداند گردش تقدیر چیست؟

حلاج اقبال کے سوال کا جواب دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ جو شخص تقدیر میں پختہ یقین رکھتا ہے، اس میں اس قدر طاقت پیدا ہو جاتی ہے کہ وہ ابلیس اور موت سے نہیں ڈرتا۔

شفیع بلوچ حلاج کے جواب کو مزید بیان کرتے ہیں، حلاج کہتا ہے کہ صاحب ہمت مجبوری کو بھی مختاری بنالیتا ہے جبکہ بے ہمت سراپا مجبوری بنا رہتا ہے۔

اقبال کا تیسرا سوال " آخر گناہ تو چہ بود؟" کے متعلق ہے، جس لے جواب میں حلاج خودی کے فلسفہ کی مکمل وضاحت بیان کرتے ہیں۔ شفیع بلوچ حلاج کے فلسفہ کی وضاحت کو یوں بیان کرتے ہیں :

" جب میں نے اپنے عہد کے مسلمانوں کو دیکھا
تو یہ حقیقت مجھ پہ منکشف ہوئی کہ وہ
توحید الٰہی کا اقرار تو کرتے ہیں مگر عملاً
کفار میں اور ان میں کوئی فرق نہیں۔ (۲۲)"

شفیع بلوچ حلاج کے اس فلسفہ کے متعلق طاہرہ کے خیالات کو بیان کرتے ہیں :

" عاشق اگر گناہ بھی کرتا ہے تو اس میں خلق
خدا کے لیے خیر کا پہلو پوشیدہ ہوتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ عاشق اپنے عہد کے ضمیر
میں پوشیدہ ہو جاتا ہے۔(۲۳)

شفیع بلوچ زندہ رود اور غالب کی گفتگو کو بڑھاتے ہیں۔ اقبال غالب سے قمری نالہ کا خاک ہونا، اور بلبل بھی نالہ کرتی ہے، مگر وہ خاکستر ہونے کے بجائے گلہارے رنگارنگ پر نغمہ سرائی پر بات چیت کرتے ہیں۔ غالب اس کا جواب زندہ رود کو یہ دیتے ہیں کہ عاشق کا نالہ متضاد کیفیات کا حامل ہوتا ہے۔ اس کی مرگ میں حیات پوشیدہ ہوتی ہے۔

شفیع بلوچ حلاج کی کتاب " کتاب لاطور سین " کا ذکر کرتے ہیں، جس کے بارے میں اقبال کے چند اشعار بھی اسی کے متعلق ہوتے ہیں۔ آگے چل کر اقبال اور حلاج کے درمیان " دیدار رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق ہے۔ جس پر حلاج کہتا ہے :

نبی کریم آخر زمان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دیدار مطلب ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع کامل۔ "

حلاج دیدار الٰہی کے متعلق کہتے ہیں کہ سالک پہلے اپنے اندر خدا کی صفات پیدا کرے، پھر دنیا والوں کے سامنے ان صفات کا مظاہرہ کرے۔

شفیع بلوچ اقبال کا آخری سفر " فلک زحل " کا ذکر کرتے ہیں۔ اس میں تین کردار شامل ہیں، جن میں میر صادق، میر جعفر اور روح ہند شامل ہے۔ فلک زحل کا سیارہ شناس نحس بتاتے ہیں۔ فلک زحل کے بارے میں کلیم الدین احمد لکھتے ہیں :

" زحل جو گراں سیر ہے اور ہر نیکی اس کے
حکم سے زشت و زبوں ہو جاتی ہے۔ صد ہزار
فرشتے اسے درہ پیہم لگا رہے ہیں. غرض یہ عالم
مطرود و مردود سپہر ہے۔ اور اس کی صبح مانند شام ہے۔ اس زحل میں ایک قلزم خونیں ہے۔)"۲۴(

اقبال اور رومی جب اس فلک پر پہنچتے ہیں تو مولانا رومی کہتے ہیں کہ یہ فلک نہایت ہی منحوس ہے۔ یہاں نیکی بھی بدی میں بدل جاتی ہے۔ یہاں رحمت کی بجائے ہر وقت خدا کا قہر نازل ہوتا ہے۔ شفیع بلوش اس فلک کو ستارہ شناس نحس اکبر کہتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ یہاں غداران وطن کو مبتلائے عذاب وطن کو مبتلائے عذاب دکھاتے ہیں۔

شفیع بلوچ خونی دریا کا ذکر کرتے ہیں۔ اقباک اور رومی اس خونی دریا کے قریب پہنچتے ہیں۔ خونی دریا کے میں کشتی کو ذکر شامل ہے جو یہ آواز لگاتی ہے کہ ہمیں نہ " وجود " قبول کرتا ہے اور نہ

" عدم " ہم جائیں تو جائیں کہاں۔

شفیع بلوچ اس کشتی کے متعلق لکھتے ہیں کہ :

خونی دریا میں اقبال اور مولانا رومی نے کشتی دیکھی، اس کشتی میں دو لوگ بیٹھے ہوتے ہیں۔ ان میں میر جعفر اور میر صادق شامل ہیں۔

شفیع بلوچ میر جعفر اور میر صادق کا احوال بیان کرتے ہیں۔ میر جعفر نے نواب سراج الدولہ سے بے وفائی کی جبکہ میر صادق نے ٹیپو سلطان سے۔ اب دونوں کی وجہ سے قوم فنا ہوئی۔ مزید اقبال لکھتے ہیں کہ :

جعفر از بنگال و صادق از دکن

ننگ آدم، ننگ دیں، ننگ وطن

اس شعر میں بلاغت، معنویت کے اعتبار سے ضرب المثل کی طرح معروف ہو چکا ہے۔۔ برصغیر میں غیر ملکیوں کے استعمار اور غلامی کا بیج ان ہی غداروں نے بویا ہے۔

شفیع بلوچ فلک زحل سے آنے والی خوفناک آواز کا ذکر بھی کرتے ہیں کہ فلک زحل سے اچانک خوفناک آواز سے صحرا اور سمندر کا سینہ چاک ہو گیا۔۔ اس کے بعد قلزم خونی میں ایک ہولناک طوفان برپا ہوتا ہے۔۔

حوالہ جات :

۱ : کلیم الدین احمد، اقبال ایک۔۔۔ مطالعہ، دہلی : جمال پرنٹنگ پریس، جولائی ۱۹۷۹ء، ص : ۱۰

۲ : محمد شفیع بلوچ، جاوید نامہ، لاہور : شاہکار بک فاونڈیشن، جریدہ نمبر ۲۰۴ء، ص : ۳

۳ : ایضاً ص : ۱۴

۴ : محمد ریاض، ڈاکٹر، جاوید نامہ تحقیق و توضیح، لاہور : اقبال اکادمی پاکستان، ۱۹۸۸ء، ص : ۷۴

۵ : شفیع بلوچ، محمد، : جاوید نامہ، : ۱۵

۶ : ایضاً ص : ۱۵

۷ : محمد ریاض، ڈاکٹر، جاوید نامہ تحقیق و توضیح، ص : ۷۷

۸ : شفیع بلوچ، محمد، جاوید نامہ، ص : ۱۶

۹ : ایضاً، ص : ۱۷

۱۰ : محمد ریاض، ڈاکٹر، جاوید نامہ تحقیق و توضیح، لاہور : ص : ۸۶

۱۱ : ایضاً، ص : ۸۸

۱۲ : یوسف سلیم چشتی، شرح جاوید نامہ، لاہور : عشرت پبلیشنگ ہاوس، ۱۹۵۶ء، ص : ۵۵۹

۱۳ : محمد شفیع بلوچ، جاوید نامہ، ص : ۱۹

۱۴ : محمد ریاض، ڈاکٹر، جاوید نامہ تحقیق و توضیح، ص :

۱۵ : محمد شفیع بلوچ، جاوید نامہ، ص : ۱۶

۱۶ : کلیم الدین احمد، اقبال ایک۔۔۔ مطالعہ، ص : ۵۳

۱۷ : محمد ریاض، ڈاکٹر، جاوید نامہ تحقیق و توضیح، ص : ۱۱۲

۱۸ : جیلانی کامران، دوشیزہ مریخ اور عورت کی آزادی، مشمولہ : اقبال، جولائی ۱۹۸۸ء، ص : ۱۵۱

۱۹ : محمد ریاض، ڈاکٹر، جاوید نامہ تحقیق و توضیح، ص : ۱۱۸

۲۰ : اعجاز الحق قدوسی، اقبال کے محبوب صوفیہ، لاہور : اقبال اکادمی پاکستان، ۱۹۷۶ء، ص : ۳۴

۲۱ : محمد ریاض، ڈاکٹر، جاوید نامہ تحقیق و توضیح، ص : ۱۲۰

۲۲ : شفیع بلوچ، جاوید نامہ، ص : ۲۳

۲۳ : ایضاً

۲۴ : کلیم الدین احمد، اقبال ایک۔۔ خصوصی مطالعہ، ص : ۶۳